Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:9 (1969)

اخبار

(۱) حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی جنگی حکمت عملی کے موضوع پر ڈاکٹر معین الدین احمد خان نے اپنا مقالہ پڑھا۔ اس مقالے کے تین حصے تھے:۔ (۱) تحریک طریقۂ محمدیہ۔ (۲) جہاد کے مقاصد (۳) جنگی حکمت عملی۔ سیّد احمد شہیدؒ نے اپنے عظیم جہاد کے سلسلے میں صوبۂ سرحد میں ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۱ء تک جو جنگی حکمت عملی اختیار کی۔ صاحب مقالہ نے اس کی ایک معروضانہ تاریخی تعبیر پیش کی ہے۔ مباحثے کے آغاز میں صاحبِ مقالہ سے یہ وضاحت چاہی گئی کہ اس وقت جب چار صوفی سلسلے موجود تھے، یعنی قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ اور وہ سب شریعت کے متبع تھے اور رسول اللہ صلعم کی پیروی کے دعوے دار تھے، اس کے باوجود سیّد صاحب نے طریقۂ محمدیہ کیوں شروع کیا۔ ڈاکٹر معین الدّین نے اپنے ایک دوسرے مقالے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ صراحت کی کہ طریقۂ محمدّیہ کی اساس دراصل انہی چار صوفی رجحانات پر قائم تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ طریقۂ محمدّیہ کی یہ تحریک ہندوستانی وہابی تحریک سے مختلف تھی۔ بحث کے دوران یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ اس مقالے سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اس تحریک کے متعلق انگریزوں کا طرز عمل کیا تھا؟ ڈاکٹر صاحب نے یہ وضاحت کی کہ اس مقالے میں سیّد احمد شہید کی ابتدائی ہجرت سے بحث کی گئی ہے۔ انگریز، ان کی دوسری ہجرت کے بعد منظر پر آتے ہیں۔ بایں ہمہ یہ صحیح ہے کہ انگریز شروع میں سیّد صاحب کی جہاد کی سرگرمیوں کے مخالف نہ تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریز اور پنجاب کا سکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ دونوں سندھ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انگریز چاہتے تھے کہ سکھ اور سیّد احمد شہید باہم برسرپیکار رہیں اور اس طرح انہیں سندھ کو ہتھیانے کا موقع مل جائے۔ یہ بھی سوال کیا گیا کہ آخر سیّد احمد شہیدؒ نے صوبہ سرحد کو اپنی جہادی سرگرمیوں کے لئے کیوں منتخب کیا۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلعم کی ہجرت مدینہ کو مثالی نمونہ بنا کر کسی تحریک کو اس کے حالات اور سیاسی و معاشی مقتضیات سے الگ کر کے نصب العین بنانا کہاں تک مناسب تھا۔ اس پر صاحب مقالہ نے کہا کہ یہ سوال ملٹری سائنس سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ سیّد صاحب کے لئے صوبہ سرحد میں حالات کافی سازگار تھے۔ وہ جہاں بھی تشریف لے گئے، لوگوں نے ان کا پُرتپاک خیرمقدم کیا اور ہر قسم کی امداد کا یقین دلایا تھا۔

[ادارۂ تحقیقات اسلامی میں وقتاً فوقتاً سیمنار ہوتے ہیں، جن میں ادارہ کے ارکان اپنے تحقیقی مقالات پڑھتے ہیں۔ اور پھر ان پر بحث ہوتی ہے۔ یہاں اکتوبر ۶۸ء سے جنوری ۶۹ء تک جو سیمنار ہوئے، ان کا مختصر خلاصہ دیا جا رہا ہے۔ مدیر]

(۲) عرب قبل از اسلام کی بین الاقوامی اور بین العلاقائی تجارت۔ از ضیاء الحق۔

یہ مقالہ چھٹی صدی عیسوی کے قبل از اسلام عرب کے تجارتی نظام کے ارتقاء کے بارے میں تھا۔ جغرافیائی اور قدرتی عوامل کی وجہ سے جزیرۃ العرب میں مسئلہ قلت (SCARCITY) کے نتیجے میں عرب بہت بڑے تاجرین گئے تھے۔ مقالے کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ معاشی اور مذہبی عوامل کی بنا پر قبل از اسلام عرب میں ایک عظیم تجارتی نظام کی بنیاد پڑی۔ اور مؤرخین "عرب جاہلیت" کی جس عام طوائف الملوکی کا ذکر کرتے ہیں، وہ صرف چند مہینوں تک ہی محدود رہتی تھی۔ بیشتر مہینوں میں عربوں کو اپنی تجارتی سرگرمیوں کے لئے خاطر خواہ مواقع حاصل تھے۔ چنانچہ تجارت کے فروغ سے ان تاجروں کی معاشی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ یہ تبدیلی جو عرب کی گلہ بانی اور زرعی معیشت میں بروئے کار آئی، تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔

مقالہ نگار سے کہا گیا کہ نجد کے علاقے کا خصوصی مطالعہ مقالے کی افادیت کو بڑھا سکتا ہے اور یہ کہ عرب کے تاریخ وار سلسلۂ واقعات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔

(۳) "احمد امین۔ مسلم بین الاقوامی اتحاد کی نئی تعبیر" کے موضوع پر عربی النسل جرمن سکالر ڈاکٹر دیتلف خالد نے جو ادارہ میں مولانا عبید اللہ سندھی پر تحقیقات کر رہے ہیں، مقالہ پیش کیا۔ اس مقالے میں موصوف نے مشہور مصری مصنف احمد امین کے فکر کے تین پہلوؤں کا تجزیہ کیا۔ (۱) پان اسلامزم ثقافتی جذب پذیری کے محرک کی حیثیت سے۔ (۲) معاشرتی ارتقاء کے مراحل (۳) تہذیب کی نوعیت۔

ڈاکٹر دیتلف نے یہ واضح کیا کہ مصطفیٰ عبد الرزاق کی طرح احمد امین بھی شیخ محمد عبدہ سے کافی حد تک متاثر تھے اور وہ ایک حد تک ان کے نظریات کی تفصیلات کو اتمام تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے لیکن وہ شیخ عبدہ سے آگے نہ جا سکے۔ احمد امین معتزلہ فلسفے کو جدید بنیادوں پر قائم کرنے کے حامی تھے اور اس سلسلے میں وہ علامہ اقبال سے کافی متاثر معلوم ہوتے ہیں لیکن احمد امین کسی مکتب فکر کی اساس نہ رکھ سکے۔

استفسار کیا گیا کہ کیا احمد امین اپنی تصنیفات میں اپنے معاشرے کی معاشی ناہمواریوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد صاحب نے جواب دیا کہ احمد امین گاہے گاہے اس کا ذکر کرتے ہیں لیکن معاشیات ان کا مضمون خصوصی نہ تھا اس لئے وہ معاشی مسائل پر بحث نہیں کرتے۔ اس سوال کے جواب میں کہ احمد امین کے یہاں اسلامزم کے نظریات اور عرب ممالک کی نیشنلسٹ تحریکوں میں موافقت کس طرح ہو سکتی ہے، جبکہ یہ دونوں باہم متضاد تحریکیں ہیں۔ ڈاکٹر خالد نے کہا کہ احمد امین، دوسرے آزاد خیال مصری ادیبوں کی طرح، ہمیشہ ہمعصر ثقافتی مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ احمد امین نے نہ کبھی فرعونی کلچر کے بارے میں لکھا اور نہ عرب قومیت کے بارے میں۔ انھوں نے صرف

قومیۃ اور وطنیۃ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے ہمیشہ ثقافتی امور میں پان اسلامزم کا پرچار کیا ہے، وہ ایک وقت، عرب لیگ کے کلچرل آفیسر بھی مقرر ہوئے تھے۔

(۴) شیخ محمد عبدہ کے سیاسی افکار۔ از محمد نذیر کاکاخیل۔

یہ مقالہ تین حصوں پر مشتمل تھا۔ پہلے حصے میں مقالہ نگار نے مفتی محمد عبدہ کی زندگی کے مختصر حالات اور ان سیاسی و معاشی عوامل کا تذکرہ کیا، جو آگے چل کر ان کے سیاسی نظریات پر اثر انداز ہوئے۔ دوسرے حصے میں انھوں نے مصر کے ان حالات پر روشنی ڈالی جن کی وجہ سے ان کو مصر کے لئے پندرہ سالہ آمریت کی تجویز پیش کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ اصلاح کا جو بیڑا انھوں نے اور ان کے رفقائے کار نے اٹھایا تھا، اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔ اور پھر رفتہ رفتہ جمہوری اداروں کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔ مقالے کے تیسرے حصے میں بتایا گیا کہ کس طرح انھوں نے عملی سیاست سے علیحدگی اختیار کر کے صرف مذہبی اصلاح کی تحریک چلائی کیونکہ ان کے خیال میں مسلم معاشرے کی اصلاح و تعمیر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد درست نہ ہوجائیں۔ آخر میں مقالہ نگار نے مفتی عبدہ اور سر سیّد احمد خاں کے افکار کا تقابلی مطالعہ پیش کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مفتی محمد عبدہ انگریزوں کو مصر میں صرف وقتی طور پر برداشت کرسکتے تھے لیکن مستقلاً نہیں جبکہ سر سیّد کے ہاں انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کا کہیں شائبہ بھی نہیں۔ علاوہ ازیں دونوں کے افکار میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر کے ہاں مذہب اور سیاست میں چولی دامن کا ساتھ ہے جبکہ مؤخر الذکر کے نزدیک مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے جس کا سیاست و معیشت سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔

مباحثے میں یہ رائے پیش کی گئی کہ صاحب مقالہ نے مفتی عبدہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ مشرقی نمونے کے آمر کو ترجیح دیتے تھے اس سے ان کی کیا مراد ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی۔ خلافت کے بارے میں بھی مفتی عبدہ کے نظریات کا مطالعہ کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔

(۵) قبل از اسلام عرب میں صنعتِ دباغت پر احمد خان کا مقالہ تھا۔ اس میں انھوں نے اس بارے میں عربی مآخذ سے ضروری مواد جمع کیا۔ دوران مباحثہ یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ اگر اس مواد کا اقتصادی تجزیہ پیش کیا جاتا اور تجارتِ جلود (کھالوں) کی ابتدا اور ترقی کا جائزہ عاملینِ پیداوار کے پس منظر میں لیا جاتا تو مقالے کی افادیت میں خاطر خواہ اضافہ ہوجاتا۔

(ضیاء الحق)